www.KitaboSunnat.com

حدیث و سنت — مفتی محمد عبدہ الفلاح

مؤطا امام مالکؒ

(۱) امام مالکؒ اور مؤطا کا تعارف
(۲) مؤطأ امام مالکؒ اور مؤطأ امام محمدؒ میں موازنہ
(۳) امام مالک اور تعاملِ اہلِ مدینہ

خاندانی تعارف:

علامہ کوثری نے امام مالک کو بھی "موالی" میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ زہری اور محمد بن اسحاق صاحبُ المغازی دونوں کے نزدیک، امام مالک موالی سے ہیں اور اس سلسلہ میں صحیح بخاری کے حوالہ سے ابنِ شہاب زہری سے ذکر کیا ہے:

"حدثنی ابن ابی انس مولی التیمیین" (۱)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ابن ابی انس، "ابو سہیل نافع بن ابی انس مالک بن ابی عامر" ہیں، جو امام مالک کے چچا ہیں۔ امام ابن عبدالبر "الانتقاء" میں لکھتے ہیں: واقدی نے امام مالک کا نسب یوں بیان کیا ہے: (۲)

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر، من ذی اصبح، من حِمْیر، له عداد فی بنی تیم بن مرة الی عثمان بن عبید الله اخی طلحة بن عبید الله

بلاشبہ مالک اور اس کے آباء، بنی تیم بن مرۃ (من قریش) کے حلیف تھے، اور محمد بن اسحاق (صاحبُ المغازی) کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، اور ابن اسحاق بھی معاصرت و منافرت کی وجہ سے کہا کرتے:

"امام مالک، اس کا باپ، دادا اور اعمام، بنی تیم بن مرۃ کے موالی سے تھے"

کیا امام مالک کا تعلق تیمیین کے موالی سے تھا؟

جہاں تک ابن شہابؒ زہری کی، ابو سہیل نافع بن مالک سے روایت کا تعلق ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حدثنی نافع بن مالک مولی التیمیین"

کہ انہوں نے مولی التیمیین کہا ہے، تو ابن عبداللہ نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ انکار صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحیح بخاری کتاب الصیام کے شروع میں یہ روایت موجود ہے جیساکہ صحیح بخاری "باب ھل یقال رمضان" الخ، دوسری حدیث کی اسناد میں ہے:

"عن ابن شھاب حدثنی ابن ابی انس مولی التیمیین ان اباہ حدثہ"

بقول حافظ ابن حجر یہ "ابن ابی انس" ابو سہیل نافع بن مالک ابوانس بن ابی عامر ہی ہیں، جو اسماعیل بن جعفر کے شیخ ہیں، امام نسائی نے بھی تصریح کی ہے کہ اس ابن ابی انس سے زہری کی مراد "نافع" ہی ہیں، چنانچہ امام نسائی نے دوسرے طریق سے عقیل عن الزہری، ابو سہیل عن ابیہ بیان کیا ہے، اور صالح عن ابن شہاب سے واضح تر روایت بھی ہے جس میں اخبرنی نافع بن ابی انس کی صراحت ہے۔

امام نسائی کے ان مختلف طرق سے، ابن ابی انس کا ابہام واضح ہو جاتا ہے اور انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حافظ ابن حجر مزید لکھتے ہیں:

"مولی التیمیین سے مراد آلِ طلحہؓ بن عبیداللہ ہے، جو عشرہ مبشرہ سے تھے حقیقت یہ ہے کہ امام مالک کے والد ابوعامر نے مکہ میں سکونت اختیار کی تو انہوں نے عثمان بن عبیداللہ سے عقدِ مُحالفت کرلیا جو حضرت طلحہؓ کے بھائی تھے۔ تو اسی کی طرف نسبتِ محالفت سے "مولی بنی تیم" سے مشہور ہوگئے، ورنہ وہ اصل میں موالی بنی تیم سے نہیں تھے، اس بناء پر امام مالک فرمایا کرتے:

"لسنا موالی آل تیم انما نحن عرب من اصبح ولکن جدّی حالفھم"

یعنی یہ مولی کا لفظ تحالف اور تناصر کے معنی میں ہے (۳)

اور یہ ایسے ہی ہے جیساکہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بنی تیم اور بنی ثعلبہؒ کے موالی سے تھے۔ چنانچہ علامہ کوثری اس کی تاویل کرتے ہیں:

بل کان ولاء ابی حنیفۃ تیم اللہ بن ثعلبۃ، ولاء الموالاۃ

یعنی تیم اللہ سے امام صاحب کی نسبت، ولاءِ اسلام یا ولاءِ عتق نہیں تھی بلکہ ولاءُ الموالاۃ تھی۔

اسی طرح اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کا قول ہے:

"انا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان من ابناء فارس الاحرار، واللہ ماوقع علینا رقّ قط"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس مولی التیمیین والے الفاظ گو صحیح بخاری میں مذکور ہیں، لیکن اس کی تاویل بھی وہی ہے جو ابن فرحون مالکی نے الدیباج میں ذکر کی ہے، اور امام بخاری التاریخ الکبیر میں اسی نافع بن مالک کے متعلق لکھتے ہیں : (۴) "الاصبحی حلیف بنی تیم من قریش"

اور اس کے والد مالک بن ابی عامر کے متعلق لکھتے ہیں :

"الاصبحی حلیف عثمان بن عبید اللہ التیمی"

حاصل کلام یہ ہے کہ بلاشبہ صحیح بخاری کتابُ الصیام میں، ابن شہاب زہری کی روایت میں "عن ابن ابی انس مولی التیمیین" کے الفاظ معروف ہیں، اور قاضی عیاض نے بھی اس کی تصریح کی ہے، تو پھر مقدمہ کتابُ العلم کی تعلیقات میں، ابن عبدالبر کے الفاظ "لا یصح" نقل کرکے، صاحبِ تعلیقات کا بڑی شوخی اور طمطراق کے ساتھ ابن عبدالبر پر نقد کرتے ہوئے

قلت : وقول ابن شهاب هذا في صحيح البخاري --

کہنا بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے، کیونکہ یہ کوئی اہم انکشاف نہیں ہے جس پر "قُلت" سے زور دینے کی ضرورت ہو اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ پوری حدیث بمع اسناد نقل کر ڈالی ہے، اور پھر ابنِ فرحون مالکی کے حوالے سے لکھا ہے :

"وروى عن مالك انه لما بلغه قول ابن شهاب هذا قال : ليته لم يروعنه شيئا"

حالانکہ امام مالک کے الفاظ یہ ہیں : (۵) "ليته لم يروعنا شيئا"

اور اہل علم جانتے ہیں کہ "عنا" کی بجائے "عنہ" کہنے سے مطلب کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے، صاحبِ تعلیقات کتابُ العلم کو چاہئے تھا کہ امام مالک کے نسب پر قدح کی بجائے تکیل اور اللمحات کے محتویات کو سامنے رکھ کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نسب میں جو اُلجھنیں پائی جاتی ہیں ان کو صاف کرنے کی کوشش کرتے۔

اس مختصر اشارہ کے بعد اب ہم، امام مالک کے خاندان کا علمی تعارف پیش کرتے ہیں۔

قاضی عیاض نے ابن بکار وغیرہ کے حوالے سے حسب ذیل نسب نامہ بیان کیا ہے۔

مالك بن انس بن مالك بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غيمان بن خثيل بن عمرو بن الحارث وهو ذو الاصبح

ذوالاصبح تک تو یہ نسب نامہ شفاف ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے مگر اس کے بعد یعرب بن قحطان تک جو سلسلہ ہے اس میں بعض ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر اس میں شک نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ امام مالک بنی قحطان سے ہیں۔

امام ابو عبداللہ الحاکم (ابن البیع) نے امام مالک کا نسب بیان کرنے میں تخلیط سے کام لیا ہے، اور تیم بن مرۃ سے ملا دیا ہے اور لکھا ہے، کہ امام صاحب کا نسب مرۃ بن کعب پر آں ﷺ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے، قاضی عیاض اس پر لکھتے ہیں:

"فوا عجبا له کیف اتفق هذا الغلط ومن این تطرق له؟"

اور تیم بن مرۃ سے الحاق کی وجہ سے ہی بعض نے انہیں مولی تیم سے سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ وھم امام حاکم کی تخلیط کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ تو امام صاحب کا نسب "ذی اصبح" سے متصل ہوتا ہے، اور جمہور علماء انساب میں سے کسی نے بھی محمد بن اسحاق کی متابعت نہیں کی، بلکہ سب نے اس وہم کا رد ہی کیا ہے۔ چنانچہ ابو سہیل نافع بن مالک سے "دراوردی" نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

نحن قوم من ذی اصبح، لیس لاحد علینا ولاء ولا عهد

اس کے بعد اب ہم خاندان کے افراد کا تعارف کرواتے ہیں:

(۱) ابو عامر بن عمرو بن الحارث:

یہ امام مالک کے والد کے جدِّامجد ہیں، ان کا شمار صحابہ کرام میں ہے۔ قاضی عیاض، قاضی بکر بن العلاء القشیری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ابو عامر بن عمرو جدّ ابی مالک رحمه الله من اصحاب رسول الله ﷺ

قال: وشهد المغازی کلها مع النبی خلا بدرا"

حافظ ابن حجر، الاصابہ (القسم الثالث) میں لکھتے ہیں:

ذکره الذهبی فی تجرید الصحابة وقال: لم أر من ذکره فی الصحابة وقد کان فی زمن النبی ﷺ

اور امام مالک کے خاندان کے یہ پہلے بزرگ ہیں، جو یمن سے مدینہ میں آکر آباد ہوئے۔

(۲) امام مالک کے جد امجد، مالک جن کی کنیت ابو انس ہے اور کبار تابعین سے ہیں۔ حضرت عمر، طلحہ، عائشہ، ابو ہریرۃ اور حسان بن ابی ثابت الشاعر سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر "تہذیب" میں لکھتے ہیں۔[۶]

(غ - مالك) بن ابی عامر الاصبحی - روی عن عمرو عثمان و طلحة و عقیل بن ابی طالب و ابی هریرة و عائشة و ربیعة بن محرز و کعب الاحبار وروی عنه ابناءه (انس، الربیع، نافع) وغیرهم

قاضی عیاض "المدارک" میں لکھتے ہیں:[۷]

وکان من افاضل الناس و علماء هم وهو احد الاربعة الذین حملوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمان لیلا الی قبره و غسلوه و دفنوه وکان خدنا لطلحة مات سنة ثنتی عشرة ومائة

یہ مالک بن ابی عامر وہ ہیں جو حضرت عثمان کی طرف سے افریقہ کے غزوات میں شریک رہے، اور حضرت عثمان نے جب مصاحف لکھوائے تو یہ بھی کاتبین میں شریک تھے، اور پھر عمر بن عبد العزیز کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ امام مالک نے مؤطاؒ میں ان کی بہت سی مرویات ذکر کی ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وقد ذكره مالك فی جامع مؤطاه (۸)

اس ابوانس مالک بن ابی عامر کے چار بیٹے تھے:

(۱) انس، امام مالک کے والد۔ ان سے امام مالک، ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔

(۲) نافع بن مالک ابو سہیل۔ روی عنه مالک وغیرہ

(۳) اویس، وھو جدّ اویس

(۴) الربیع قال اسماعیل بن ابی اویس قد جالسته

یہ اخوانِ اربعہ، اپنے والدؒ مالک بن ابی عامر سے روایت کرتے ہیں اور امام بخاری، مسلم اور اصحابِ سنن نے مالک بن ابی عامر اور اس کے بیٹے ابو سہیل نافع بن مالک سے روایت لی ہے۔

(۳) امام مالک کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی یعنی یحییٰ، محمد اور بیٹی فاطمہ، جو اسماعیل بن ابی اویس کی زوجیت میں تھیں۔ جبکہ یحییٰ بن مالک کے متعلق مرقوم ہے:

یروی عن ابیه نسخة وذکرا نه روی عنه المؤطأ بالیمن

لیکن حافظ ابن عبد البر نے تین بیٹے لکھے ہیں یعنی یحییٰ، محمد، حماد اور فاطمہ

اور زبیر نے الانساب میں لکھا ہے:

"وکان لمالك ابنة تحفظ علمه یعنی المؤطأ"

امام مالک اور لحنُ الکلام:

امام مالک کے نسب پر تنقید کے بعد، علامہ کوثری نے امام مالک کی عربیت کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ یہ قصہ کیوں بنایا گیا ہے، علامہ کوثری نے "کتابُ اللحنۃ" میں امام مبرد کے حوالہ سے امام اصمعی سے ایک حکایت ذکر کی ہے کہ میں مدینۃ النبی ﷺ میں داخل ہوا، تو میں امام مالک سے بہت مرعوب تھا۔ لیکن جب انہوں نے تکلم میں لحن کیا تو مجھ سے سارا رُعب کافور ہوگیا، اور امام مالک مجھے خفیف سے نظر آنے لگے اور پھر ربیعہ کا لحن ذکر کیا۔

علامہ معلمی نے یہ حکایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اولاً تو یہ حکایت بے اصل ہے کیونکہ حکایت کنندہ مجہول ہے"

اور متعدد وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکایت باطل ہے، امام اصمعی ائمہ سنت کی توقیر و عزت بجا لاتے اور امام مالک کا احترام کرتے اور ان کو فخر تھا کہ امام مالک نے اس سے روایت کی ہے اور علامہ کوثری نے امام مالک کے شیخ ربیعۃ الرائی پر بھی طعن کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ علماءِ مدینہ پر طعن کے درپے ہیں اور پھر اس حکایت کے راوی شاید محمد بن القاسم الیمای ابوالعیناء ہیں جو وضاعین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس قسم کی دوسری حکایات ہیں، جو امامِ سنت کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً امام مالک نے ستر احادیث، مؤطأ میں درج کی ہیں مگر ان پر خود عمل نہیں کیا، اور مسعود بن شیبہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ امام مالک نے ستر ہزار مسائلِ فقہ، امام ابو حنیفہ سے حاصل کئے جیساکہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے۔ [9] مگر یہ حکایت بھی السراج سے بلاسند ذکر کی گئی ہے۔

علامہ معلمی ان حکایات کے جواب میں لکھتے ہیں:

> امام مالک نے کبھی کوئی حدیث محض رائے سے رد نہیں کی، بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تو فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک کا قول رد ہو سکتا ہے، سوائے اس قبر والے یعنی رسول اللہ ﷺ کے۔
>
> اور فرمایا کرتے: "میں انسان ہوں مجھ سے غلطی بھی ہو سکتی ہے، پس میری جو رائے سنت کے مطابق ہو اس پر عمل کرلو اور جو سنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو"

اور کوثری نے ستر ہزار مسائل کی بنا پر امام مالک کو اصحابُ الرائے سے قرار دے دیا، مگر اسے معلوم نہیں کہ علماء ظاہریہ اور اہل حدیث تو ہر مسئلہ کا جواب کتاب و سنت سے دیتے ہیں، خواہ وہ ستر ہزار در ستر ہزار ہوں اور سننِ صحیحہ کو محض رائے سے رد نہیں کرتے، اور امام مالک ان تمام باتوں سے بری تھے جو ان کی طرف نسبت کی گئی ہیں۔

امام مالک کا مرتبہ:

امام شافعی فرمایا کرتے کہ تابعین کے بعد، امام مالک حجۃُ اللہ ہیں۔ امام شافعی اور امام محمد اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ امام مالک کا علم، امام ابو حنیفہ سے زیادہ ہے اور بہت سے اہل علم اور سلف نے امام مالک کو کتاب و سنت کے علم میں امام تسلیم کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی فرمایا کرتے:

> الثوری امام فی الحدیث و لیس بامام فی السنۃ والاوزاعی امام فی السنۃ ولیس بامام فی الحدیث و مالک امام فیھما

مؤطأ امام مالک:

موطا مالک ایک مصدّقہ اور مسلّمہ دستاویز ہے۔ حجاز و عراق، شام، مصر اور علماءِ مغرب نے اس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتماد کیا ہے اور الجامع الصحیح کی تدوین سے پہلے مؤطا کو "اصح الکتب" قرار دیا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا:

مافی الارض کتاب من العلم اکثر صوابا من کتاب مالک

ایک روایت میں اصح اور افضل بھی ہے اور فرمایا قرآن کے بعد، مؤطا سے زیادہ کوئی کتاب نافع نہیں ہے۔

واذاجاء الاثر من کتاب مالک فهو الثریا وما جآمن سنة مجمع علیها خلاف مافی المؤطأ

امام مالک نے احادیثِ صحیحہ اور آثار صحابہ و تابعین کو جمع کیا، علاوہ ازیں اپنے آراء اور اہلِ مدینہ کے عمل کو بھی مدوّن کر دیا ہے، اور امام مالک حدیث و اقوالِ صحابہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الامر المجتمع علیه عندنا، ببلدنا، وادرکت علیه وغیره

اور اس سنت پر تعامل چلا آیا ہے، احمد بن عبداللہ الکوفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

امام مالک "الامر المجتمع عندنا" کہتے ہیں تو اس سے وہ قضایا مراد ہیں جو سلیمان بن بلال کے دور میں حل ہو چکے تھے۔

الغرض مؤطا ایک محرر اور جامع کتاب ہے جس کی تسوید و تبییض میں امام مالک نے چالیس سال صرف کئے ہیں اور حلقاتِ علمیہ میں اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کے بالمقابل دوسری کتابیں ہیچ نظر آتی ہیں شاہ ولی اللہ نے "مصفیٰ" (شرح مؤطا) کے مقدمہ میں مؤطا کی حیثیت پر مفصل بحث کی ہے اور لکھا ہے:

"مؤطا بایں جہت، کتبِ فقہ میں اقویٰ ترین کتاب ہے کیونکہ اس کے مصنف اپنے دور میں سب پر بھاری تھے اور وہ علم کے آسمان میں درخشندہ ستارہ اور حدیث کے شہنشاہ تھے، صحابہ و تابعین کے علوم کے وارث تھے، تمام طوائفِ علم مؤطا کی طرف رجوع کرتے ہیں، مذہبِ شافعی درحقیقت مؤطا کی تفصیل ہے، اور امام محمد کا مبسوط فقہی سرمایہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اصحابِ سنن کے ہاں مؤطا کو تلقی بالقبول کی حیثیت حاصل ہے، اور علماء نے جس قدر اس کتاب کا اعتناء کیا ہے کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے، اور تبع تابعین میں سے صرف امام مالک ہی ہیں جن کی مؤطا ہمارے پاس موجود ہے۔"

اس دور میں مؤطا کے اس تقدم کے مقابلہ میں امام محمد کی کتب کو پیش کیا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ، امام محمد کی کتاب الآثار اور مؤطا کے مابین تقابل کرتے ہوئے اولاً مؤطا کے متعلق لکھتے ہیں:

لم یات زمان الا وهو اکثر شهرة واقوی به عنایة وعلیه بنی فقهاء الامصار مذاهبهم حتی اهل العراق فی بعض امرهم ولم یزل العلماء یخرجون احادیثه ویذکرون متابعاته وشواهده ویشرحون غریبه

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویضبطون مشکلہ ویجثون عن فقھہ ویفتشون عن رجالہ الی غایۃ لیس بعدھا غایۃ۔

اس کے بعد کتاب الآثار و کتاب الامالی کے متعلق لکھتے ہیں:

وان شئت الحق الصُراح فقس کتاب المؤطا بکتاب الآثار لمحمد والامالی لیوسف تجد بینھما بُعد المشرقین فھل سمعت احدا من المحدثین والفقھاء تعرض لھما واعتنی بھما

لیکن حافظ ابن حجر نے اس پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے:

اگر اصحیح سے مراد اصحیح من حیث ہے تو یہ صحیح ہے، لیکن اگر اصحیح سے مراد صحتِ معتبرہ عند اہل الحدیث ہے تو محلِ نظر ہے کیونکہ مؤطا صحتِ معتبرہ اور معبودۃ عند اہل الحدیث کے لحاظ سے اصحیح نہیں ہے۔ پس حافظ ابن حجر کی اس توجیہ سے امام سیوطی اور مغلطائی وغیرھما کا جواب ہو جاتا ہے، اور ابن الصلاح کا یہ کہنا بجا ہے اول من صنّف الصحیح، البخاری!

اب رہا دارمی پر صحت کا اطلاق تو کسی معتمد محدث کے کلام میں مذکور نہیں ہے، اور پھر امام دارمی، امام بخاری کے معاصر ضرور تھے مگر اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ دارمی نے اپنی مسند صحیح بخاری سے پہلے تصنیف کی۔ ومن ادعی فعلیہ البیان.... واللہ اعلم

قاضی ابوبکر ابنُ العربی، شرح ترمذی میں لکھتے ہیں: (۱۰)

المؤطا ھوالاصل الاول واللباب والبخاری الاصل الثانی فی ھذا الباب وعلیھما بنی الجمیع کمسلم والترمذی

بعض نے مؤطا پر "اصحیح" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، گویا سب سے پہلی اصحیح کتاب ہے جو حدیث میں جمع کی گئی اور ابن الصلاح نے جو اول من صنف الصحیح البخاری کہا تو یہ الصحیح المجرد کے ساتھ مقید ہے تاکہ احتراز ہو جائے، کیونکہ موطا میں مرسل و منقطع اور بلاغات بھی ہیں۔ بخاری میں بھی معلقات اور موقوفات ہیں مگر وہ تراجم ابواب میں ہیں اور موضوع کتاب سے خارج ہیں۔ تاہم امام سیوطی لکھتے ہیں:

وما فی المؤطا من مرسل الاولہ عاضد اوعواضد فالصواب اطلاق ان المؤطا صحیح لایستثنیٰ منہ شیئ

یعنی مؤطا میں جو بھی مرسل روایت ہے اس کے عواضد مل جاتے ہیں۔ لہٰذا مؤطا کو بلا استثناء صحیح کہنا بجا ہے، اور حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اس سلسلہ میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے مؤطا میں مرسل و منقطع اور معضل روایات کو موصولاً ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مؤطا میں بلاغات اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن الثقہ کی تعداد، جن کو کسی نے مسند نہیں کیا، کل اکسٹھ احادیث ہیں اور یہ تمام امام مالک کے طریق سے موصول مروی ہیں مگر صرف چار بلاغات غیر معروف ہیں۔

(۱) انی لا انسی ولیکن اُنَسّٰی لاسن

(۲) ان النبی ﷺ اری اعمار الناس قبلہ الخ

(۳) قول معاذ: آخر ما اوصانی بہ رسول اللہ ﷺ الخ

(۴) اذا نشاءت بحریۃ ثم تشاءمت فتلک عین غدیقۃ

لیکن علامہ کتانی لکھتے ہیں:

وقد وصل ابن الصلاح الاربعۃ بتالیف مستقل وھو عندی و علیہ خطہ

عددِ احادیث و آثار مؤطاُ:

امام مالک نے ایک لاکھ حدیث میں سے انتخاب کرکے، دس ہزار احادیث مؤطا میں جمع کیں۔ پھر ان کو کتاب و سنت پر پیش کرتے رہے اور آثار و اخبار سے جانچتے رہے حتی کہ پانچ سو احادیث باقی رہ گئیں۔

الکیا الہراسی لکھتے ہیں: مؤطا میں ۹ ہزار احادیث تھیں حتی کہ انتقاء کے بعد سات سو احادیث باقی رہ گئیں۔ قاضی عیاض "المدارک" میں لکھتے ہیں:

"مؤطا چار ہزار کے قریب احادیث پر مشتمل تھا، امام مالک ہر سال ان کو چھانٹتے رہے، حتی کہ ایک ہزار کے قریب رہ گئیں۔"

قاضی ابوبکر الابہری لکھتے ہیں:

"مؤطا میں کل مرفوع اور صحابہ کرام و تابعین پر موقوف آثار کی تعداد ایک ہزار سات سو بیس ہیں۔ ان میں چھ صد کے قریب مسند ہیں اور دو سو بائیس مرسل اور چھ سو تیرہ موقوف اور باقی ۲۸۵ تابعین کے اقوال ہیں۔"

الغرض مؤطا میں احادیث و آثار کی تعداد میں اختلاف ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ ابتدا میں احادیث کی تعداد ہزارہا تھی مگر انتقاء کے بعد بالآخر پانچ صد سے کچھ زیادہ رہ گئی، جیسا کہ علامہ محمد فواد عبدالباقی مصری نے جزم کیا ہے۔

وجۂ تسمیہ:

"وَطَّأَ" کے معنی روندنے کے ہیں اور "وَطَّأَ الطَّرِیْقَ" راستہ کو ہموار کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ امام مالک نے اپنی کتاب کا نام مؤطا اس بنا پر رکھا ہے کیونکہ یہ نہایت ہی سہل ہے، جیسا کہ ہموار کیا ہوا راستہ ہوتا ہے، اور حدیث کی کتاب کا نام مؤطا، پہلا نام ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤطا کے رواۃ :

امام مالک سے مؤطا کو بکثرت رُواۃ نے روایت کیا ہے۔ علامہ خطیب نے رُواۃِ مؤطا پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس میں ۹۹۳ رجال کا ذکر کیا ہے اور قاضی عیاض نے ایک ہزار تین صد سے اوپر رجال ذکر کئے ہیں، اور ترتیبُ المدارک میں ہزار سے اوپر تلامذہ کا ذکر کیا ہے اور پھر لکھا ہے :

انما ذکرنا المشاھیر وترکنا کثیرا.......

امام مالک کے شیوخ میں سے، تابعین سے، ابن شہاب زہری نے امام سے روایت کی ہے، نیز ابوالاسود یتیم عروۃ، ایوب السختیانی، ربیعۃ، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروۃ، نافع القاری، محمد بن عجلان، ابوالنضر سالم وغیرھم نے روایت کی ہے۔ اقران میں سفیانان، حمادان، لیث اور اوزاعی، رُواۃ میں شمار ہوتے ہیں، اور شریک بن عبداللہ القاضی بھی امام سے رُواۃ میں شامل ہیں۔

امام دار قطنی لکھتے ہیں :

> "متقدمین اور متاخرین میں کوئی ایسا محدث نہیں گذرا جس کے تلامذہ میں سے دو محدث ایک ہی حدیث کو روایت کریں اور دونوں کی وفات میں ایک سو تیس سال کا فاصلہ ہو لیکن یہ خصوصیت امام مالک کو حاصل ہے۔ مثلاً زہری ۱۲۵ میں فوت ہوئے اور ابو حذافہ سہمی ۲۵۰ھ کے بعد اور یہ دونوں امام مالک سے "تمکثی معتدۃ" کے بارے میں فریعہ بنت مالک کی حدیث روایت کرتے ہیں۔"

نُسخوں میں اختلاف :

مختلف شہروں سے، مؤطا کے مشہور رُواۃ کی تعداد ۸۴ ہے اور مشہور نسخے تیس ہیں۔ جن میں مستند نسخوں کی تعداد اور تعیین میں اختلاف ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اندلسی نے مؤطا پر دو کتابیں لکھی ہیں : یعنی الاستذکار اور التمہید، جس میں انہوں نے سولہ معتمد نسخوں پر اپنی تحقیق کا دائرہ رکھا ہے۔

امام احمد نے امام شافعی کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کے نزدیک عبداللہ بن مسلم القعنبی کا نسخہ راجح ہے اور قعنبی کے بعد عبداللہ بن یوسف التنیسی کے نسخہ کو رکھا جاسکتا ہے۔ ابن المدینی اور نسائی نے بھی قعنبی کے نسخہ پر اعتماد کیا ہے، امام بخاری نے بھی التنیسی کے نسخہ سے اپنی الصحیح میں احادیث درج کی ہیں۔ جبکہ امام مسلم نے یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کے نسخہ سے روایات درج کی ہیں۔

بلاشبہ یہ سب نسخے قابل اعتماد ہیں، لیکن جمہور علماء نے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کے نسخہ پر اعتماد کیا ہے اور یہ، وہ نیشاپوری نہیں ہیں، جو امام مسلم کے معتمد ہیں۔ اس یحییٰ مصمودی کے نسخہ کے متعلق مرقوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے:

اشهر ها واحسنها رواية يحيى بن يحيى بن كثير الليثى الاندلسى
واذا اطلق فى هذه الاعصار مؤطا مالك فانما ينصرف لها

مؤطا محمد:

من جملہ روایات کے، ایک روایت محمد بن الحسن الشیبانی کی بھی ہے جس میں کچھ احادیث زائد بھی ہیں جنہیں امام محمد نے دوسروں سے روایت کیا ہے اور کچھ روایاتِ مشہورہ سے زوائد ہیں، تاہم مؤطا محمد کچھ احادیثِ سابقہ سے خالی ہے، جو روایاتِ مشہورہ میں پائی جاتی ہیں، اور ہم تتبع اور دلائل کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ مؤطا محمد، دراصل مؤطا مالک نہیں ہے، بلکہ مؤطا مالک کی تردید اور معاوضہ کی کوشش ہے۔ امام مالک، اہل مدینہ کی احادیث کی روایت میں سب سے زیادہ ثقہ تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کے قضایا، عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور فقہاءِ سبعہ کے اقوال و آثار کو خوب جانتے تھے۔ اگر آپ امام مالک کے مذہب کو جانچنا چاہتے ہیں تو ان کی کتاب مؤطا پر نظر ڈال لیں۔ پھر امام مالک کے اصحاب و تلامذہ کو دیکھیں جو بلادِ اسلامیہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بصرہ، مصر، شام اور بلادِ مغرب میں امام کے تلامذہ بکثرت نظر آتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

فجمع اصحابه رواياته و مختاراته ولخصوها وحرّروها و شرحوها وخرجوا عليها وتكلموا فى اصولهاودلا لاتها و تفرقوا الى المغرب ونواحى الارض

"یعنی ان کے تلامذہ نے امام کی روایات و مختارات کو جمع کیا، پھر ان کو ملخص اور محرر کیا، ان کی تشریحات کیں اور ان پر تخریجات قائم کیں، اصول و دلائل پر کلام کیا اور پھر مغرب (افریقہ و اندلس) اور اطراف ارض میں پھیل گئے۔"

۲- موطا، امام مالکؒ اور موطا امام محمدؒ کے مابین موازنہ:

لیکن مولانا عبدالحی لکھنوی نے "التعليق الممجد" میں مؤطا محمد کو مؤطا یحییٰ پر ترجیح دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کا آئندہ سطور میں ہم جائزہ پیش کرتے ہیں۔ مولانا لکھنوی لکھتے ہیں: موطا محمد کو روایتِ یحییٰ پر پانچ وجوہ سے ترجیح حاصل ہے:

(۱) یحییٰ اندلسی نے تمام مؤطا، امام مالک کے بعض تلامذہ سے سنا ہے۔ امام مالک سے پورے مؤطا کا بھرپور سماع نہیں کیا۔ اس کے برعکس امام محمد نے اس کا سماع کیا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا شک ان سماع الکل من مثل ھذا الشیخ بلا واسطۃ ارجح من سماعہ بواسطۃ ...... (ص ۳۴: الفائدۃ الحادیۃ عشر)

(۲) یحییٰ اندلسی، امام مالک کے پاس وفات کے قریب حاضر ہوئے ہیں جبکہ امام محمد نے تین سال مسلسل، امام مالک کی مصاحبت میں صرف کئے ہیں، اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ محدثین کے ہاں طویل صحبت کی روایت قلیل صحبت سے اقوی ہوتی ہے۔

(۳) مؤطا یحییٰ، بہت سے فقہی اور اجتہادی مسائل پر مشتمل ہے اور اکثر تراجم میں اجتہاد و استنباط کے سوا کوئی اثر یا خبر نہیں ہے۔ اس کے برعکس مؤطا محمد میں کوئی ترجمہ بھی روایتِ مرفوعہ یا موقوفہ سے خالی نہیں ہے۔ لہٰذا مؤطا محمد راجح ہے۔

(۴) مؤطا یحییٰ صرف ان احادیث پر مشتمل ہے، جو امام مالک سے مروی ہیں۔ لیکن مؤطا محمد بہت سے دوسرے شیوخ کی روایات پر بھی مشتمل ہے۔

(۵) مؤطا یحییٰ صرف امام مالک کے ان اجتہادات اور آراء پر مشتمل ہے، جو امام ابوحنیفہؒ کی آراء کے خلاف ہیں، اور مؤطا یحییٰ میں وہ احادیث ہیں جو ہمارے نزدیک معمول بہا نہیں ہیں، خلاف مؤطا امام محمد کے کہ وہ دونوں قسم کی احادیث پر مشتمل ہے، جیسا کہ مطالعہ کرنے والا خوب جانتا ہے۔

اب ہم ان وجوہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۱) یحییٰ بن یحییٰ کے سماع میں اگر فوات ہیں جو کہ کتابُ الاعتکاف کے دو باب اور کچھ تیسرے باب میں ہیں، تو ان میں امام محمد کو بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ سماع حاصل نہیں ہے کیونکہ مؤطا محمد میں ان ابواب کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے، پھر یہ وجہ ترجیح کیسے بن سکتی ہے؟۔ پھر جو حصہ مسموع نہیں ہے اس میں کوئی حدیثِ مرفوع یا اثر نہیں ہے، ماسوائے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کی اس حدیث کے: ان رسول اللہ ﷺ اراد ان یعتکف انصرف الی المکان الذی اراد ان یعتکف فیہ وجدا بنیۃ الحدیث ؟ اور ایک بلاغ ہے جو ایسے ہے: قال مالک وقد بلغنی ان رسول اللہ اراد العکوف...... الخ

اب عقل و دیانت سے بتائیے کہ اس قدر فوات، مؤطا کے مرتبہ کو کیسے گرا سکتا ہے جبکہ مسموع مؤطا میں احادیثِ مرفوع اور آثار صحابہ و تابعین ایک ہزار سات سو بیس کے قریب ہیں۔ اور بقول ابوبکر ابہری، موطا محمد میں ۱۰۰۵ ہیں، جس کا کہ خود علامہ لکھنوی نے اقرار کیا ہے۔

اس اعتبار سے امام محمد سے، سات سو پندرہ احادیث و آثار فوت ہو گئے ہیں، اور فتنی الامال کے درج ذیل کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے:

"مؤطا محمد میں کچھ روایات وہ ہیں، جو روایاتِ شہیرہ میں نہیں ہیں اور وہ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث سے خالی ہے جو روایات شہیرہ میں ثابت ہیں" (منتہی الامال)

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤطا محمد بہت سی احادیث سے خالی ہے اور یہ روایاتِ مشہورہ سے بھی نہیں ہے۔ سات سو پندرہ آثار وہ ہیں جو امام محمد کے مسموع نہیں ہیں، یا سماع کیا ہے لیکن ذھول ہوگیا ہے۔ بہرحال اس سے مؤطا محمد کی "روایتِ یحییٰ" پر ترجیح نہیں ثابت ہوتی، بلکہ معاملہ اس کے عکس ہے۔

(۲) مؤطا کی تالیف کے بعد امام مالک نے اس میں محو و اثبات کیا ہے، ابن الحباب کا بیان ہے کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کیں اور ان میں سے دس ہزار کے قریب احادیث مؤطا میں جمع کیں حتی کہ غور و فکر کے بعد پانچ صد احادیث باقی رہ گئیں۔ زرقانی کے مقدمہ اور المدارک میں اس کی تفصیل موجود ہے، پھر جب امام مالک اس میں محو و نقصان سے کام لیتے رہے ہیں، تو آخری روایت جو سنۂ وفات کی ہے وہ ارجح ہوگی بنسبت روایاتِ سابقہ کے اور وہ روایت یحییٰ مصمودی کی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس روایت پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے اور اسی روایت کو اہل علم نے پڑھا پڑھایا ہے، حتیٰ کہ مؤطا مالک سے یہی روایت مراد سمجھی جاتی ہے اور مولانا عبدالحئی نے خود بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

(۳) اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مؤطا محمد بھی، بہت سی اہل الرائے کی آراء پر مشتمل ہے، بلکہ ہر باب میں قول ابی حنیفہؒ کو ٹھونس دیا گیا ہے۔ اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص "تجرید البخاری" کو یہ کہہ کر "صحیح بخاری" پر ترجیح دے کہ صحیح بخاری میں تو اجتہادی مسائل ہیں (جو تراجم ابواب میں بکثرت موجود ہیں) مگر تجرید میں صرف احادیثِ صحیحہ ہیں۔

(۴) یہ بھی وجہ ترجیح نہیں بن سکتی۔ کیونکہ مؤطا یحییٰ کا مقصد یہ ہے کہ ہر حدیث کو راوی، کمی بیشی کے بغیر روایت کر دے، اور مؤطا یحییٰ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے امام مالک کی ترتیب کے مطابق مؤطا کو روایت کر دیا ہے جبکہ مؤطا محمد میں یہ بات نظر نہیں آتی، کیونکہ امام محمد نے اپنی روایت میں اور بہت سی احادیث و آثار کا اپنی جانب سے اضافہ کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اسے مؤطا کہنا صحیح نہیں ہے۔ ورنہ تو مؤطا کا لفظ صحیحین پر بھی بولا جاسکتا ہے بلکہ تمام کتبِ حدیث کو مؤطا کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کا بُطلان ظاہر ہے۔ پھر امام محمد کی اکثر زیادات ضعیف ہیں، اور ایسی روایات خوبی کی بجائے قدح کا باعث ہیں نیز یہ روایات امام مالک کی روایات کی مؤید بھی نہیں ہیں، بلکہ امام مالک کی مرویات کا جواب ہیں۔ لہٰذا اس کو مؤطا کہنے کی بجائے جوابِ مؤطا کہنا بجا ہے، بلکہ امام محمد کی مستقل تصنیف کہنا زیادہ صحیح ہے۔

(۵) پانچویں وجہ ترجیح کا تعلق خاص طور پر احناف کے ساتھ ہے کہ امام محمد نے، امام مالک کے اجتہادات اور آثار احادیث کے مقابلہ میں، احناف کی طرف سے، بطورِ جواب احادیث و آثار پیش کرکے اپنے مسلک سے دفاع کیا ہے۔ تو یہ بھی وجہ ترجیح نہیں بن سکتی اور اس کے رد کی ضرورت بھی نہ تھی۔ بہرطور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں پر کچھ عرض کرنا ضروری خیال کرتے ہیں:

"عامی تو یہ خیال کرے، کہ مذکورہ احادیث، امام مالک کی ذکر کردہ صحیح احادیث کے معارض ہیں، جہل مرکب میں مبتلا ہو جائے گا خصوصاً طرفین کی احادیث پر تنقید کرنا اور حتمی فیصلہ دینا بھی لازمی ٹھہرے گا، جو بہرحال ایک مشکل کام ہے۔ بخلاف مؤطا یحییٰ کے، کہ وہ خالص احادیثِ صحیحہ پر مشتمل ہے، جس میں صحیحین کی طرح کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے، لہٰذا ان پر عمل کرنا نہایت سہل ہے، اور کسی قسم کی تنقید کی ضرورت بھی نہیں ہے ۔اسی لئے علماء نے مؤطا کو طبقۂ اولیٰ میں رکھا اور اس وجہ ترجیح کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک رافضی، صحیح بخاری پر بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث کا اضافہ کردے، اور کہہ دے کہ رافضیوں کے لحاظ سے یہ بخاری سے راجح ہے، تو کیا اہل علم میں سے کوئی اس کی بات کو قبول کرے گا، نہیں، ہرگز نہیں۔"

مولانا عبدالحی کے جوابات کے بعد اب ہم مؤطا یحییٰ مصمودی کی ارجحیت مؤطا امام محمد پر بیان کرتے ہیں۔ اہل علم کو چاہیے کہ ہماری گذارشات پر غور کریں اور بتائیں کہ کیا مؤطا محمد اس لائق ہے کہ اس مؤطا کو، "مؤطا مالک بروایتِ محمد" کہا جائے۔

(الف) مؤطا محمد بہت سی احادیثِ واھیہ، شاذہ اور آثار منکرۃ معلولہ پر مشتمل ہے، جو بے اصل ہیں اور یہ بات اتنی معروف ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب علم بھی جانتا ہے۔ مگر مخالفین چونکہ شدت سے اس کا انکار کرتے ہیں، اس لئے ہم چند ایک مثالیں ذکر کرتے ہیں:

۱) باب الاغتسال یوم الجمعة:

قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن حماد عن ابراهيم النخعي قال سالت عن الغسل الحديث...... ص ۴۷

اس کی سند میں محمد بن ابان بن صالح ہے اور وہ ناقدین کی ایک جماعت کے نزدیک ضعیف ہے۔

۲) باب القراءة في الصلاة خلف الامام (ص ۹۶):

حديث جابر بن عبدالله قراءة الامام له قراءة

اس کی سند میں سہل بن عبداللہ الترمذی متروک ہے اور اس سے راوی محمود بن محمد الروزی اور اس سے روایت کرنے والے شیخ ابو علی کی توثیق کا پتہ نہیں۔

۳) روى ان سعدا قال وددت ان الذى يقرا....الخ (ص ۹۸):

ابن عبدالبر "الاستذکار" (ص:۹۹) پر لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے۔ اسی طرح "جزء القراءۃ خلف الامام"، میں امام بخاری لکھتے ہیں "هذا كله ليس من كلام اهل العلم"...... کیونکہ یہ حدیث لا تلاعنوا بلعنة الله ... الخ کے خلاف ہے اور صحابہ کرام کے مونہوں کو انگارہ سے کون بھر سکتا ہے۔ اس مقام پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالحی کی تاویل واہی اور بے معنی ہے۔

۴) لایؤمن الناس جالسا (ص ۱۱۳) :

اس کی سند میں جابر جعفی ہے، جو جمہور محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ امام ابو حنیفہ نے اس کو کذاب کہا ہے۔

۵) باب قیام شھر رمضان..... مارأی المؤمنون حسنا (ص ۱۳۸) :

اس کی سند میں سلیمان بن عمرو نخعی کذّاب اور وضّاع ہے، قالہ ابن الجوزی فی الواھیة، وارجع الی المقاصد الحسنة للسخاوی والحق انہ قول ابن مسعود، واللہ اعلم

۶) باب صلاة المغمیٰ علیہ (ص ۱۵۱) : اغمی علی عمار بن یاسر..... الخ

اس کی سند میں ابو معشر سندی ضعیف ہے اور "بعض اصحابِ عمار" سے مراد، یزید مولی عمار ہے اور وہ مجہول ہے، جیسا کہ بیہقی کا قول ہے۔

۷) باب طلاق السنة (۲۵۰) : قال علی بن ابی طالب : الطلاق بالنساء....

اس کی سند میں ابراہیم بن یزید المکی ہے۔ وھو متروک!

۸) باب انقضاء الحیض : (۲۶۸) : عن الشعبی.... الخ

اس کی سند میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الحیاط ہے : وھو متروک من السادسة کذافی التقریب

۹) باب اکل الضب (۲۸۱) : عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ،

فان فی سندہ الحارث وھو ضعیف

۱۰) مارواہ عن عائشة انہ اھدی لھا ضبّ (ص ۲۸۱) :

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ نخعی کا سماع حضرت عائشہ سے ثابت نہیں ہے۔

۱۱) باب العقیقة (ص ۲۸۶) : قال محمد : اما العقیقة فبلغنا.... الخ، فان ھذا البلاغ فی العقیقة لایثبت مرفوعا راجع التعلیق، وقد حررنا فی العقیقة، واللہ اعلم۔ وفی السند الثانی من البلاغ متروکان، المسیب بن شریک و عقبة بن الیقظان، کذا قال الدارقطنی والبیھقی

الغرض متعدد ابواب میں احادیث و آثار ضعیف اور منکر ہیں، جن پر علماء نے نقد کیا ہے، مولانا لکھنویؒ "مقدمة التعلیق" کے آخر میں لکھتے ہیں :

اس کتاب میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔ ہاں اکثر ضعیف ہیں، بعض میں ضُعف تھوڑا پایا جاتا ہے اور بعض میں زیادہ..... واللہ اعلم

(ب) مؤطا امام محمد میں اوہام بھی پائے جاتے ہیں، جو مؤطا یحییٰ میں نہیں ہیں، الاقلیلة ــــــ اور زیادہ اوہام والی روایت مرجوح ہوتی ہے، اس سے جس میں بہت کم اوہام پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر ہم کچھ اوہام کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ باب المسح علی الخفین (ص ٦٧) : عن عباد بن زیاد من ولد المغیرۃ بن شعبۃ

اس روایت میں دو وہم ہیں، اول جو امام مالک کی طرف منسوب ہے: قال الدارقطنی وھم مالک فی موضعین : عباد من ولد المغیرۃ والثانی اسقاطہ عروۃ وحمزۃ .... کذا فی تنویر الحوالک

یہاں پر ایک دوسرا وہم بھی ہے، جو امام محمد سے ہوا ہے، یا ناسخ سے، کہ مغیرۃ بن شعبہؓ سرے سے ساقط ہے، حالانکہ یہ حدیث مغیرۃ سے معروف ہے، جو اس کتاب کے جمیع نسخوں میں موجود ہے، اور ملا علی القاری کی شرح والے نسخہ میں بھی مغیرۃ بن شعبہؓ نہیں ہے۔

○ باب الرجل ینام (ص ٧٨)

پہلی سند میں عمر ساقط ہے جو کہ یحیٰی کی روایت میں موجود ہے اور پھر و بقول ابن عمر نأخذ فی الوجھین، حالانکہ پہلی وجہ میں ابن عمر کا قول مذکور نہیں ہے۔

○ باب الرجل یصلی وقد أخذ الموذن فی الاقامۃ

اس میں شریک بن عبداللہ بن ابی نمیر معقّر ہے، لیکن صحیح ابی نمر ہے، یعنی بفتح النّون وکسر المیم کذا فی نسخۃ یحیی، کذا فی التقریب ......واللہ اعلم

○ باب الرجل یصلّی فی الثوب الواحد : اخبرنا مالک عن بکیر بن عبداللہ الاشج

اور یحیٰی کے نسخہ میں ہے: اخبرنا مالک عن الثقۃ عندہ (وھو اللّیث بن سعد ذکرہ الدارقطنی) اور منصور سلمہؒ کا قول ہے: کہ یہ روایت لیث سے ہے۔

○ باب الصلاۃ علی الدابۃ : (ص ١٣٢) اخبرنا الفضل بن غزوان الحدیث والذی فی التھذیب و التقریب والکاشف : "الفضیل بن غزوان"!

○ باب الحلمۃ و القراد وینزعہ المحرم ——— اخبرنا مالک ثنا عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن محمد بن ابراھیم التیمی الحدیث، و الصحیح کما فی مؤطا یحیی عن یحیی بن سعید، عن محمد بن ابراھیم التیمی الحدیث راجع التعلیق ص ٢٠٧ رقم ٣

○ باب المحرم یحک جلدہ ——— اخبرنا علقمۃ بن ابی علقمۃ عن امّہ والصحیح اخبرنا مالک اخبرنا علقمۃ

○ باب المحرم یتزودہ ——— اخبرنا مالک اخبرنا غطفان ابن طریف الحرب والصحیح مالک عن داؤد بن الحسین ان ابا غطفان بن طریف المروی اخبرنا ان اباہ ....الخ

○ باب العزل ——— اخبرنا مالک اخبرنا سالم ابوالنضر عن عبدالرحمن بن افلح مولی ابی ایوب .....الحدیث

○ باب المرأۃ تنتقل من منزلھا قبل انقضاء عدتھا من موت اوطلاق ——— عن طریق کعب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن عجرة وفيه اخبرته انها اتت... الحديث، والصحيح ما في مؤطا يحيى اخبرتها

- باب الرضاء —— عن سليمان عن عائشة والمحفوظ انه من طريق سليمان عن عروة عن عائشة كما في سائر الروايات۔
- باب دية الخطاء —— اخبرنا مالك اخبرنا ابن شهاب عن سليمان بن يسار ....الخ والصحيح ما في مؤطا يحيى : ان ابن شهاب و سليمان بن يسار و ربيعة ابن ابى عبدالرحمن..... الحديث
- باب البئر جبار —— عن حزام بن سعيد، والصحيح حزام بن سعد كما في جامع الاصول و تقريب ابن حجر و اسعاف المبطأ للسيوطي
- باب الاقرار بالزنا- اخبرنا مالك، اخبرنا يحيى بن سعيد انه بلغه و الصحيح ما في مؤطا يحيى، مالك عن يحيى عن سعيد بن المسيب انه بلغني.... الحديث
- باب تحريم الخمر وما يكره من الاشربة —— عن ابى وعلة المعرى، و الصحيح ابن وعلة
- باب الرجل يقول ما له في رتاج الكعبة —— اخبرنا مالك اخبرني ايوب بن موسى من ولد سعيد بن العاص عن منصور بن عبدالرحمن الحجبى عن ابيه الحديث، والصحيح ما في مؤطا يحيى : عن مالك عن ايوب عن منصور عن امه..... الحديث
- باب الرجل يبيع المتاع وغيره نسيئة ——

عن ابى صالح بن عبيد مولى السفاح ،وفي مؤطا يحيى، عن عبيد ابى صالح مولى السفاح

- باب بيع البراءة —— اخبرنا مالك، حدثنا يحيى بن سعيد عن سالم بن عبدالله بن عمرانه باع الحديث، والصحيح سالم بن عبدالله ان عبدالله بن عمر باع ماله
- باب الربا فيما يكال و يوزن —— مالك اخبرنا عبدالمجيد بن سهل والزهرى- جبکہ مؤطا یحیٰی میں ہے: مالك عن عبدالمجيد بن سهيل بن عبدالرحمن بن عوف الزهرى عن سعيد بن المسيب۔
- باب نزول اهل الذمة مكة و المدينة —— مالك اخبرنا اسماعيل بن حكيم ص ٣٧٠، والصحيح ابن ابى حكيم
- باب الرقى (ص : ٣٧١) —— اخبرنا مالك اخبرنا يزيد بن خصيفة، ان عمر بن عبدالله، و الصحيح ما في مؤطا يحيى، عمرو بالفتح
- باب التصاوير و الجرس : (ص :٣٨٠) —— اخبرنا مالك، اخبرنا ابو النضر مولى عمر بن عبدالله بن عبيد الله عن عبدالله بن عتبة بن مسعود .....الخ، والصواب ما في مؤطا يحيى : مالك عن ابى النضر عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود..... الخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر مولانا عبدالحی نے تین وجوہ سے اعتراض کیا ہے کہ انہٗ کی ضمیر کا مرجع عبداللہ بن عتبہ ہے:
ھکذا فی نسخ عدیدۃ وعلی شرح القاری، وفیہ اختلاج من وجوہ:

(۱) ابوالنضر مولی ہیں، عمر بن عبید بن معمر التیمی کے، نہ کہ عمر بن عبیداللہ بن عبیداللہ۔

(۲) سالم ابوالنضر نے یہ حدیث عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت نہیں کی، بلکہ اس کے بیٹے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کی ہے، جو کہ فقہاءِ سبعہ میں سے ایک ہیں۔

(۳) صاحبِ روایت اور ابوطلحہ پر داخل ہونے والے عبداللہ بن عتبہ نہیں ہیں، بلکہ اس کے بیٹے ہیں جیساکہ ابن عبدالبر نے تحقیق کی ہے اور صاحب التعلیق خود ہی لکھتے ہیں: والصواب ما فی مؤطا یحیی، اور شاید مؤطا محمد میں یہ تبدیلی نساخ کی غلطی ہے، کیونکہ بعض نسخوں میں مؤطا یحییٰ کے مطابق بھی ہے۔

- باب جامع: (ص ۳۸۵) ـــــ اخبرنا مالک اخبرنا یحیی بن سعید عن محمد بن حبان عن یحیی عن محمد بن یحیی بن حبان عن عبدالرحمن الاعرج، والصحیح: اخبرنا یحیی بن سعید عن محمد بن یحیی بن حبان عن الاعرج

- باب فضل المعروف: (ص ۳۸۸) ـــــ اخبرنا مالک اخبرنا زید بن اسلم عن معاذ بن عمرو بن سعید عن معاذ عن جدتہ والصواب ما فی مؤطا یحیی: عن عمرو بن سعید بن معاذ عن جدتہ.... الخ، ففیہ قلب وایضا مالک اخبرنا زید بن اسلم عن ابی بجید الانصاری، والصحیح ابن بجید کما فی مؤطا یحیی

- باب صفۃ النبی ﷺ ـــــ اخبرنا مالک اخبرنا ربیعۃ عن ابی عبدالرحمن انہ سمع انس بن مالک، والصواب عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن انہ سمع، کما فی مؤطا یحیی وغیرہ

- باب النوادر ـــــ اخبرنا مالک بن انس اخبرنا ابن شھاب الزھری عن عبادۃ بن تمیم عن عمہ عتبۃ، والصحیح عن عباد بن تمیم المازنی عن عمہ

- باب التفسیر: (ص: ۴۰۴) ـــــ اخبرنا مالک اخبرنا داؤد بن الحصین عن ابی یربوع المخزومی، والصواب ابن یربوع - وایضا: اخبرنا مالک ثنا داؤد بن الحصین عن ابن عباس، والصحیح ما فی مؤطا یحیی (ص: ۴۰۶) مالک عن داؤد بن الحصین اخبرنی مخبر عن ابن عباس

(ج) مؤطا محمد بن الحسن، دراصل مؤطا مالک نہیں ہے، کیونکہ موطا مالک تو وہ ہے جس کو امام مالک نے مہذب اور منقح کیا ہے، اور بلاکم وکاست ان کے تلامذہ نے اسے روایت کیا ہے، امام محمد نے اپنی طرف سے اس میں حذف و زیادات سے کام لیا ہے، بلکہ مؤطا مالک پر ردود بھی لکھے ہیں، اور جو احادیث و آثار اپنی طرف سے جمع کئے ہیں، ان کا مؤطا مالک سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ پس صحیح یہ ہے کہ یہ مؤطا، امام محمد کی مستقل تصنیف ہے نہ کہ مؤطا مالک ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(د) مؤطا محمد کی سند: امام محمد پر امام نسائی وغیرہ نے جرح کی ہے۔ اس کے برعکس یحییٰ پر جرح نہیں ہے۔ بلاشبہ یحییٰ بن یحییٰ، زیادہ ثقہ ہیں۔

(ھ) مؤطا یحییٰ جس طریق سے ہم تک پہنچا ہے، اس کے جمیع رجال ثقہ اور حفظِ حدیث میں مشہور ہیں۔ اس کے برعکس مؤطا محمد، جس طریق سے ہم تک پہنچا ہے، اس کے اکثر رُواۃ فقہاء ہیں، جو خدمتِ حدیث میں معروف نہیں ہیں۔ وفیھا مجاھیل واھل البدعة وقد وقع الجھالة والنکارة فی القدماء من رجاله مثلاً احمد بن محمد بن مھران ابو جعفر حامل اعباء روایة عن محمد بن الحسن، لایکاد یعرف عنه سوی ھذہ الاسماء الثلاثة فحسب۔

القرشی نے الجواھر المضیئه میں اس کو ذکر کیا ہے اور اس کے ترجمہ میں صرف یہی لکھا ہے اور توثیق و تعدیل ذکر نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل مؤطا یحییٰ کی روایت حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے اور مؤطا محمد کی روایت صحت کے ساتھ نہیں پہنچتی۔

علاوہ ازیں مؤطا یحییٰ اس قدر مشہور و معروف ہے، کہ عندالاطلاق یہی نسخہ سمجھا جاتا ہے، اور اطرافِ عالم میں اسی کی تدریس ہو رہی ہے، بلکہ اس کو تلقی بالقبول کا مرتبہ حاصل ہے، اس کے شارحین، اصحابِ حواشی اور ملخصین بکثرت ہیں۔ اس کے جامعین، رجال اور شواہد و متابعات جمع کرنے والے، شرحِ غریب، ضبطِ مشکل کرنے والے اور اس کی فقہ پر بحث کرنے والے علماء اور پھر اس کے بلاغات، منقطعات و مراسیل کو موصول کرنے والے علماءِ حفاظ و متقنین ہیں۔

اب ہم مدینہ کی مرکزی حیثیت اور تعامل اہل مدینہ پر بحث کرتے ہیں جو زیادہ تر المدارک للقاضی عیاض، الاحکام لابن حزم اور "اعلام" لابن قیم سے ماخوذ ہے، اور بعض دیگر مراجع حسب مقام بیان کر دیے گئے ہیں۔

مدینہ کے فضائل:

"مدینہ طیبہ" کے فضائل میں، متعدد احادیث مروی ہیں، جن کی صحت پر علماءِ حدیث متفق ہیں

ابو سعید المقبری نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قبة الاسلام، ودار الایمان ودار الھجرة ومبدأ الحلال والحرام

"کہ مدینہ اسلام کا قبہ، دار الایمان، دار الھجرۃ اور حلال و حرام کا مبدأ ہے"۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فتحت المدائن بالسیف وفتحت المدینة بالقرآن

"کہ دوسرے شہر تو تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض مدینہ کو "دارُالھجرۃ و دارُالسنہ" ہونے کا شرف حاصل ہے اور مہاجرین و انصار کا مرکز رہا ہے۔ جن کے فضائل کتاب و سنت میں منصوص ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

"دوسرے شہر تو متفرق طور پر ایک دو صحابہ کے مدفن ہیں، لیکن مدینہ طیبہ میں دس ہزار صحابہ مدفون ہیں۔"

نیز لکھتے ہیں:

واختارها الله بعد وفاته فجعل بهاقبره و بها روضة من رياض الجنة و منبر رسول الله ﷺ وليس ذالك فى البلاد غيرها (مدارک: ج۱، ص۵۹)

مدینہ کی فقہی حیثیت:

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بیس ہزار صحابہ مدینہ میں موجود تھے [11] اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین، ازواجِ مطہرات و اہلِ بیت، نیز خیار صحابہ، مہاجرین و انصار کی اکثریت مدینہ ہی میں مقیم رہی۔ خلافت علی منہاجِ النبوۃ (خلافتِ راشدہ) کا مرکز حاصل ہونے کا شرف بھی مدینہ کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم اور سلف صالح اہلِ مدینہ کے علم پر بھروسہ کرتے رہے۔ امام مالک فرماتے ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز (خلیفۂ راشد جن کو مجدد مائۃ ثانیہ ہونے کا شرف حاصل ہے) کی حالت یہ تھی کہ وہ دوسرے مراکزِ علمی اور بلادِ اسلامیہ کی طرف تو سنن وفقہ کی تعلیم کے لئے خطوط لکھتے لیکن اہل مدینہ سے خود استفسار کرتے، اور انہوں نے ابو بکر بن حزم کو بتاکید لکھ بھیجا کہ اہل مدینہ کے علم اور سنن کو جمع کرکے میرے پاس بھیجو۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ خط، تاریخ میں مفصل مذکور ہے، جسے رسمی طور پر تدوینِ حدیث کی طرف پہلا قدم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ابن الزبیر اور عبدالملک بن مروان دونوں ہی نے مجھے مشورہ کے لئے دعوت دی، تو میں نے ان دونوں کو لکھ بھیجا۔

ان كنتما تريدان المشوره فعليكم بدار الهجرة والسنة

"اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو تمہیں اہل مدینہ سے مشورہ کرنا چاہئے جو کہ دارالھجرۃ اور دارالسنہ ہے"۔

اور اہلِ علم و فقہاء، اہلِ مدینہ کے اجماع کو حجت قرار دیتے اور ان کے تعامل پر عمل پیرا ہوتے اور اصحابِ فتویٰ صحابہ کرام جو دوسرے بلادِ اسلامیہ عراق وغیرہ میں اقامت پذیر تھے، جب مدینہ آتے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے فتاویٰ کو استصواب کے لئے اہل مدینہ کے سامنے پیش کرتے اور بصورت خلاف اپنے فتاویٰ سے رجوع فرمالیتے، چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں:(۱۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے عراق میں جو فتویٰ پوچھا جاتا، اس کا جواب دیتے پھر جب مدینہ آتے اور دیکھتے کہ انہوں نے غلط فتویٰ دیا ہے، تو اس سے رجوع کر لیتے، اور واپس کوفہ جاتے تو پہلے اس سائل کو ملتے اور حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے کہ صحیح مسئلہ یوں ہے اور پھر اپنے گھر میں جاتے۔

اور امام شافعی بھی اہل مدینہ کی اس حیثیت کو سمجھتے اور ان کے اصول کی صحت کا اقرار کرتے تھے، چنانچہ امام شافعی سے منقول ہے:

واما اصول اهل المدينة فليس فيها حيلة من صحتها (۱۳)

"کہ اہل مدینہ کے اصول کی صحت میں کسی شک و شبہ گنجائش نہیں ہے"۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب، مؤطا کی تفصیل ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اہلِ مدینہ کی احادیث کو عراقی روایات پر تقدم حاصل رہا۔ چنانچہ حافظ ابنِ قیم لکھتے ہیں:

احاديث المدينة هى أمّ الاحاديث النبوية وهى أشرف احاديث الامصار۔

"اہل مدینہ کی احادیث، تمام احادیث کی اصل ہیں اور تمام امصار سے اصح اور اشرف ہیں"

اور امام بخاری کے طریقۂ انتخاب اور تراجمِ ابواب کے تحت اصول پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی جمیع امصار پر مدینہ کی احادیث کے تقدم کے قائل ہیں، چنانچہ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں۔(۱۴)

ومن تأمل ابواب البخاری وجده اول مايبدأ في الباب بها ما وجدها ثم يتبعها باحاديث اهل الامصار

"کہ جو شخص امام بخاری کے ابواب پر غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ امام بخاری کے سامنے اگر مدنی اسناد کے ساتھ حدیث ہو تو اولا اسے لاتے ہیں پھر اس کے بالتبع دوسرے امصار کی احادیث لاتے ہیں"

نیز امام شافعی فرماتے ہیں:

كل حديث ليس له اصل بالمدينة وان منقطعا ففيه ضعف (ترتیبُ المدارک)

"ہر وہ حدیث جس کی اصل اہل مدینہ کے پاس نہ ہو تو اس میں ضُعف ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک کا فضل و مرتبہ :

امام مالک حدیث و فقہ میں مسلّم امام ہیں اور غیر معمولی ذھانت کی وجہ سے سترہ سال کی عمر میں ہی مجلسِ افتاء پر متمکن ہوگئے تھے، جبکہ حضرت نافع اور زید بن اسلم زندہ تھے، اور امام مالک کے علم کے متعلق حمید بن الاسود کا قول ہے :

كان امام الناس بعد عُمَرَ، زيد بن ثابت و بعده عبدالله بن عمر وأخذ عن زيد واحد و عشرون رجلا ثم صار علم هؤلاء إلى ثلاث : ابن شهاب وبكير بن عبدالله وابى الزناد و صار علم هؤلاء كلّهم الى مالك بن انس (١٥)

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

"فقہ و فتاویٰ کا اصل منبع تو حضرت ﷺ تھے اور پھر فقہاء صحابہ ابن عمر، عائشہؓ، ابن عباس، ابو ہریرۃ، انس ابن مالک اور جابر بن عبداللہ کا دور آتا ہے، جن کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں: وایشان مرکز دائرہ آمدند و بعد ایستاں ایں کاروبار بر فقهاء سبعة افتاد (سعید بن المسیب، عروۃ، سالم، قاسم بن محمد بن ابی بکر، خارجہؓ بن زید بن ثابت، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ بن مسعود، سلیمان بن یسار) اور پھر ان کے وارث، امام مالک بن گئے اور ان کی احادیث اور آثار مرتب کئے۔"

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ امام مالک کی حیثیت مدینہ میں، صرف امامُ الحدیث والفقہ کی نہ تھی، بلکہ وہ فقہاءِ مدینہ کے علوم کے حامل تھے اور فقہُ الحدیث کے بانی۔ علاوہ ازیں مملکتِ اسلامی آپ کے فتاوی کو قدر و منزلت سے دیکھتی اور تسلیم کے بغیر چارہ کار نہ پاتی۔

امام مالک نے جب مدینہ منورہ میں مسندِ علم و افتاء کو رونق بخشی، تو بہت جلد عالم اسلام میں آپ کی شہرت پھیل گئی، مغرب و مشرق کے بلاد اسلامیہ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، اور "یضربون الیہ اکباد الابل" کا سماں نظر آنے لگا، اور طالبانِ کتاب و سنت کے اس صافی سرچشمہ سے سیرابی کے لئے جوق در جوق مدینہ میں وارد ہونے لگے۔ امام مالک سنت کے پابند اور بدعات سے متنفر تھے اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

وخير امور الدين ما كان سنة
وشرّالامور المحدثات البدائع

یعنی "بہتر دینی کام، وہ ہیں جو سنت سے ثابت ہوں اور بدترین کام امورِ محدثہ ہیں۔"

امام مالک کے اس اُسوہ کو دیکھ کر اہل علم، اتباعِ سنت کے جوش میں ان کے اکل و شرب اور لباس تک کو نمونہ سمجھتے، اور امام مالک کی مخالفت کرنے والوں کو عراقی ہونے کا طعنہ دیا جاتا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک اور حکومتِ وقت:

امام مالک، حکامِ وقت سے کنارہ کش رہتے، خلفاءِ وقت یکے بعد دیگرے طمع و لالچ دے کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر امام مالک ان کے کردار پر صاد کرنے سے انکار کر دیتے۔ چنانچہ طلاق المکرہ کے مسئلہ میں امام مالک، حکومتِ وقت کے خلاف فتویٰ دیتے اور اس سے روکنے کے لئے حکومت نے کوڑے اور دیگر سزائیں بھی دیں، مگر امام مالک اس فتویٰ سے باز نہ آئے۔ اس طرح طلاق قبل از نکاح کا مسئلہ کہ حنفی مذہب میں یہ طلاق معلّق ہے اور بعد از نکاح طلاق نافذ ہو جاتی ہے، مگر امام مالک حدیث کے مطابق، اس کے خلاف فتویٰ دیتے۔

بہرحال امام مالک کے فتاویٰ کی عوام کے دلوں میں عظمت تھی اور افتاء و قضاء کے عہدے گو احناف کے قبضے میں تھے مگر عوام ان کو درباری علماء کا درجہ دیتے۔ دکتور احمد بکیر اپنے مقدمہ ترتیبُ المدارک میں لکھتے ہیں:

> وکان الولا ۃ من عرب المشرق یعتمدون علی فقھاء الحنفیة فی ادار تھم و احکامھم، والمالکیة یرون فی اصحاب ابی حنفیة انھم صنائع سلطان اکثر منھم فقھاء دین۔

اور علماءِ مالکیہ، مسئلہ خلقُ القرآن میں حکومت کے سخت مخالف تھے، حتیٰ کہ علماءِ مالکیہ مرتے وقت وصیت کر دیتے کہ میری قبر پر یہ عبارت کندہ کر دی جائے:

> ھذ قبر فلان بن فلان یشھدان لا الہ الااللہ وان محمد رسول اللہ وان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق

گویا مرنے کے بعد بھی معتزلہ کے لئے یہ چیلنج تھے۔

پھر قیروان، اندلس میں مالکیہ ہی تھے، جنہوں نے بنو عبید (باطنیہ) کا مقابلہ کیا، حتیٰ کہ وہ قیروان چھوڑ کر نیا شہر (مہدیہ) آباد کرنے پر مجبور ہو گئے اور بالآخر افریقہ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ صاحبِ مقدمہ لکھتے ہیں:

> ولم یسجل التاریخ مقاومة للبدع مثل ماسجل للمذھب المالکی مع الخوارج و الشیعة الباطنیة والمعتزلة اللھم الا ماقام به بعض الحنابلة فی محنة القول بخلق القرآن و ما کابدہ شیخ الاسلام ابن تیمیة فی مقاومته لبدع الطرقیة فی عصرہ

الغرض کتاب و سنت کی نشرواشاعت اور فِرقِ مبتدعہ کے مقابلہ میں جو کردار امام مالک اور ان کے اَتباع نے ادا کیا ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یا حنابلہ خصوصاً ابنِ تیمیہ نے اپنے دور میں اہلِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعت کا مقابلہ کر کے تاریخ ساز کردار ادا کیا، جو تحریکِ اہل حدیث کا ایک اہم باب ہے۔ اب یہاں پر ہم مدرسۂ مدینہ اور مدرسۂ عراق کے تقابل کے لئے امام مالک کے فقہی اصولوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

تعاملِ اہل مدینہ :

امام مالک کے دور میں مدینہ طیبہ کی مرکزیت، علم و فضل کے اعتبار سے بھاری تھی اور امام شافعی ان کے بعد امام احمد بن حنبل اسی نظریہ کے حامی تھے۔ بلکہ امام محمد بھی ابتدا میں امام مالک سے متاثر تھے اور مدینہ کی مذکورہ بالا حیثیت کے ساتھ امام مالک، تعاملِ اہل مدینہ کو حجت قرار دیتے اور اختلاف کی صورت میں اسے ترجیح دیتے اور تعاملِ اہل مدینہ کے حجت ہونے کی وضاحت، امام مالک کے اس رسالہ سے بھی ملتی ہے جو انہوں نے اپنے معاصر لیث بن سعد مصری (م: ۱۷۵ھ) کو لکھا اور لیث نے جواباً مدینہ کی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ (۱۶)

امام مالک نے "عمل اہل مدینہ" کو اہمیت دی اور مؤطا میں چالیس سے اوپر مسائل میں عملِ اہلِ مدینہ کو بطور دلیل پیش کیا اور خلفاءِ راشدین اور صحابہ و تابعین کے عہد میں بھی اہل مدینہ کے خلاف حدیث و روایت کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی جاتی، حضرت عمرؓ تو منبر پر کھڑے ہو کر اعلان کرتے :

احرج باللہ علی رجل روی حدیثا العمل علی خلافہ (۱۷)

"یعنی کہ ہر آدمی کو ایسی حدیث کی روایت سے پرہیز کرنا چاہیے کہ عمل اہل مدینہ اس کے خلاف ہو"

اور امام مالک فرماتے ہیں بہت سے اہل علم تابعین کو جب ایسی احادیث پہنچتی جو عمل اہل مدینہ کے خلاف ہوتیں تو کہتے :

ماںجھل ھٰذا ولکن مضی العمل علی غیرہ۔

"ہم ان احادیث سے بے خبر نہیں ہیں مگر عملِ اہل مدینہ اس کے خلاف ہے"

اور محمد بن ابی بکر بن عمرو بن حزم اپنے عہدۂ قضا کے زمانہ میں عملِ اہل مدینہ کے مطابق فیصلے کرتے، تو ان کے بھائی عبداللہ اعتراض کرتے اور کہتے کہ یہ فلاں حدیث کے خلاف ہے۔ تو ابن ابی بکر بن حزم انہیں جواب دیتے کہ یہ حدیث تو مجھے بھی پہنچی ہے لیکن عملِ اہل مدینہ اس کے خلاف ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اجماعی عملِ اہلِ مدینہ، اس حدیث سے اقویٰ ہے۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرمایا کرتے :

السنة المتقدمة من سنة اهل المدينة خير من الحديث

"کہ اہل مدینہ کی سنتِ قدیمہ، حدیث سے بہتر ہے"

الغرض اس قسم کے متعدد اقوال، صحابہ و تابعین سے منقول ہیں جن سے اہل مدینہ کے تعامل کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدم ثابت ہوتا ہے اور دوسرے بلاد کے مقابلہ میں اس کا اقویٰ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ کے کئی ہزار صحابہ تھے۔ ان میں سے دس ہزار تو مدینہ میں سوئے ہوئے ہیں اور دیگر متفرق شہروں میں، اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ تو اب ان دس ہزار کی بات مانی جائے جو مدینہ سے باہر نہیں گئے یا ان چند ایک صحابہ کی، جو دوسرے شہروں میں چلے گئے (۱۸)

حافظ ابن قیم نے باہر جانے والے صحابہ کی کچھ تفصیل دی ہے۔ (۱۹) اب ہم تعامل اہل مدینہ کی شرعی حیثیت پر اصولی بحث کرتے ہیں جس سے "تعامل اہل مدینہ" کے حجت ہونے کی حیثیت واضح ہوگی اور امام مالک کا مسلک سمجھنے میں مدد ملے گی۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس موضوع پر قلم اٹھائیں' ضروری ہے کہ قارئین کے سامنے اس کا پس منظر آجائے تاکہ اس معرکۃ الاراء مبحث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

تعاملِ مدینہ کی حیثیت:

سب سے پہلے اس بحث پر امام لیث بن سعد نے قلم اٹھایا، جو امام مالک کے زمیل و صدیق اور معاصر تھے۔ انہوں نے عراق و حجاز میں رہ کر اہلِ مدینہ اور عراق و کوفہ کی آراء کو جمع کیا، اور مصر پہنچ کر مسند تدریس و افتاء پر بیٹھ کر عملِ اہل مدینہ کی تردید شروع کردی۔ امام مالک کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے امام لیث کے سامنے مدینہ کی حیثیت واضح کی اور بتایا کہ اکثر صحابہ مدینہ میں رہے ہیں اور اسی شہر میں فوت ہوئے ہیں، لہٰذا تعاملِ مدینہ ہی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا تعامل ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ مہاجرینِ اولین اور انصار کی مخالفت کرے اور اس کے خلاف جو قول بھی ہوگا خواہ وہ ایک یا دس صحابہ کے قول پر مبنی ہو، قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتا۔

امام لیث نے گو تمام بحث کو نہایت سنجیدگی سے لیا، مگر انہوں نے عملِ اہلِ مدینہ کی مخالفت کرکے اس موضوع پر جدَل کا ایک نیا باب وَا کردیا۔ اس وجہ سے امام مالک کے آنکھ بند کرنے کے ساتھ ہی اُن کی آراء پر تلواریں چلنے لگیں۔

اس معرکہ میں پہل امام محمد بن الحسن شیبانی نے کی، جو امام ابوحنیفہ سے تعلیم کے بعد امام مالک کے حلقہ تلمذ میں آگئے۔ مؤطا مالک کا سماع اور مؤطا کا نسخہ مرتب کیا تھا جو "مؤطا امامِ محمد" کے نام سے معروف ہے۔ وہ حجاز سے بغداد جانے تک تو امام مالک سے متاثر تھے مگر رشید عباسی سے عہدۂ قضا حاصل کرنے کے بعد مالکیہ کی جڑیں کاٹنا شروع کردیں، اور مالکی مذہب پر تنقید کے دروازے چوپٹ کھول دیئے۔

لیکن امام محمد کی یہ مخالفانہ مساعی، مؤطا امام مالک کی عظمت و قدر کو کم کرنے میں کامیاب نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکیں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے "المصفّی" شرح المؤطا کے مقدمہ میں مؤطا مالک کی حیثیت کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے، اور حجۃ اللہ البالغہ میں بھی "بابُ طبقاتِ کتبِ الحدیث" کے ضمن میں مؤطا کی شہرت اور قبولیتِ عامہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لم یأت زمان الا وھو اکثر لہ شھرۃ واقوی بہ عنایۃ وعلیہ بنی فقھاء الامصار مذاھبھم، حتی اھل العراق فی بعض امرھم، ولم یزل العلماء یخرجون احادیثہ و یذکرون متابعاتہ وشواھدہ ویشرحون غریبہ و یضبطون مشکلہ و یبحثون عن فقھہ ویفتّشون عن رجالہ الی غایۃ لیس بعدھا غایۃ

اس کے بعد کتاب الآثار و کتاب الامالی کے متعلق لکھتے ہیں:

> وان شئت الحق الصراح فقس کتاب المؤطا بکتاب الآثار لمحمد والامالی لابی یوسف تجدبینہ وبینھما بُعد المشرقین، فھل سمعت احدا من المحدّثین والفقھاء تعرض لھما واعتنی بھما؟

اس کے بعد امام شافعی کا دور آیا جو امام مالک کے تلمیذ تھے اور انہوں نے یہ اصول و فروع امام مالک سے حاصل کئے تھے، لیکن ذہانت و فطانت انسان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور تلامذہ اپنا راستہ بنانے کے لئے شیوخ پر تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ امام شافعی اسلامی مراکز کے چکر لگاتے رہے تاکہ کسی جگہ مرکز قائم کرنے کے لئے مناسب ماحول مل جائے، بالآخر مصر پہنچ کو ماحول راس آگیا، اور اپنے فکرِ جدید کی نشرو اشاعت سے لوگوں کو متاثر کرنا شروع کر دیا، اور امام لیث کے انصار ان کے ساتھ ہو گئے۔

امام شافعی اولاً مصر وارد ہوئے تو مالکیہ میں شمار ہوتے اور مصر میں مالکیہ نے ہی ان کا استقبال کیا اور بنی عبدالحکم کا مہمان بن کر رہے مگر جلد ہی ان کے خیالات میں تبدیلی آگئی اور انہوں نے "رسالہ" تصنیف کیا تو اس میں امام لیث کی طرح اجماعِ اہلِ المدینہ کو موضوعِ بحث بنایا اور امام لیث اور امام محمد بن الحسن شیبانی کے طریق پر عملِ اہل مدینہ کی تردید کی، جو تلمیذِ مالک سے متوقع نہ تھی۔ اس طرح اصحابِ مالک اور شافعی میں ردود کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابوبکر مالکی (۲۹۰ھ) نے امام شافعی کے رد میں کتاب لکھی پھر جواب میں شوافع نے بھی مالکیوں کا رد شروع کر دیا اور امام شافعی کے بعد ان کے تلمیذ امام ربیع بن سلیمان المرادی نے اس بحث میں شدت پیدا کر دی۔

پھر اس ضمن میں ابنِ حزم ظاہری نے تو "کتابُ الاحکام فی اصول الاحکام" میں اپنی شدتِ قلم کو خوب جولانی دی اور "عملِ اہلِ مدینہ" کے ردّ میں خوب جی بھر کر لکھا۔ [۲۰] اور بحث میں اس قدر تلخی پیدا ہو گئی کہ دونوں مذہب کے علماءِ مشرق و مغرب ایک دوسرے کے دشمن نظر آنے لگے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں صدی کے آخر میں قاضی عیاض بن موسیٰ ابوالفضل یحصبی (۵۴۴ھ) مالکی مذہب کی حمایت کے لئے کھڑے ہوئے اور اس موضوع میں امام مالک کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔

قاضی عیاض کے سامنے سابق علماء کی تنقیدات تھیں۔ امام لیث اور امام شافعی کے خیالات ان کے پیشِ نظر تھے، امام ابن حزم کے تلخ کلام مقالات بھی ان کی نظر سے اوجھل نہ تھے۔ امام غزالی، محاملی اور دیگر شوافع نے بزعمِ خویش جو امام شافعی کی حمایت میں لکھا تھا وہ بھی حاضر ذہن تھا۔ الغرض اس بحث کے تمام موافق و مخالف پہلو قاضی عیاض کے زیر نظر تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: [۲۱]

اس مبحث میں ہماری مخالفت کرنے والے تین گروہ ہیں۔

(الف) ایک گروہ تو وہ ہے جو اس مسئلہ کی اصل حیثیت سے ہی واقف نہیں ہے۔ اور ہمارے موقف سے بھی جاہل ہے۔ انہوں نے محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔

(ب) اور دوسرا گروہ وہ گروہ ہے جو بلا تحقیق مواد اخذ کرکے ہماری تردید اور مخالفت کے درپے نظر آتا ہے۔

(ج) تیسرا گروہ وُہ ہے جنہوں نے ہم پر قلم درازیاں کی ہیں اور ناحق باتیں ہماری طرف منسوب کرکے ہم پر زیادتی کی ہے، جیسے صیرفی، محاملی اور غزالی وغیرھم کہ وہ اس مسئلہ میں وہ باتیں زیر بحث لائے ہیں، جن کے ہم سرے سے قائل ہی نہیں ہیں اور وہی دلائل ہمارے خلاف جمع کر دیئے ہیں جو نفسِ اجماع کے مخالفین اجماع کے رد میں لاتے ہیں۔

اس بنا پر میں چاہتا ہوں کہ اس مبحث پر مفصل کلام پیش کیا جائے اور اس کی اصولی حیثیت واضح کر دی جائے تاکہ کوئی انصاف پسند آدمی اس کا انکار نہ کر سکے اور اپنے نظریہ پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہو جائے اور ہمارے مؤقف کو تسلیم کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے۔ نیز اس کے مخالف اور موافق پہلوؤں پر بھی غور ہو جائے۔

اس کے بعد اب ہم قاضی عیاض کے مباحث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اور حافظ ابنِ قیم کی تنقیحات کی روشنی میں ان کا جائزہ لیتے ہیں:

اجماعِ اہل مدینہ دو قسم پر ہے:

(الف) ایک وہ جو بذریعہ نقل و روایت ہم تک پہنچا ہے یعنی جمہور نے جمہور سے نقل کیا ہے۔ اور اس پر تواتر سے عمل چلا آیا ہے حتی کہ کسی سے بھی مخفی نہیں رہا۔ اس قسم کی نقل چار قسم پر ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات اور جس کام کا آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا مگر کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصلحت کے سبب اس پر اقدام نہیں کیا اور وہ نقل، شرعی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ جیسے مقدارِ صاع اور مُدّ وغیرہ، جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ زکاۃ و صدقاتِ فطر وغیرہ وصول کرتے تھے اور اذان و اقامت وغیرہ، تو ایسی نقل قطعی ہے اور اس کی قطعیت اس نوعیت کی ہے جیسے آنحضرت ﷺ کا روضۂ مبارک، مسجدِ نبوی، منبر اور خود مسجدِ نبوی کا تعیّن شک و شبہ سے بالاتر ہے اور اس قسم کے اقوال و افعال اور تقریراتِ نبویہ میں شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اور اس نقل کا تعلق خواہ آپ کے احوال و سِیَر سے ہو یا نماز کی رکعات و سجدات کی تعداد سے ہو یا کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد آپ کی تقریرات سے ہو، بہرحال یہ حجت قطعی ہے اور اس کے خلاف قیاس یا خبر واحد کی کچھ حیثیت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ابو یوسف نے صاع و مد وغیرہ کی مقدار کے بارے میں امام مالک سے مناظرہ کیا اور امام مالک نے عمل اہل مدینہ کی نقل پیش کی تو قاضی صاحب نے ان مسائل میں عراقی مسلک کو چھوڑ کر مدنی مسلک اختیار کر لیا اور اعتراف کیا کہ اگر میرے صاحب (یعنی امام ابو حنیفہ) ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو وہ بھی میری طرح رجوع کر لیتے۔

قاضی عیاض مزید لکھتے ہیں:

> ایسا اجماع بلاشبہ حجت ہے اور کوئی منصف مزاج اس سے انکار نہیں کر سکتا اور اہل مدینہ کے علاوہ جو علماء بھی اس کا انکار کرتے ہیں، ان کو یہ نقل و روایت نہیں پہنچی۔

قاضی عبدالوہاب بن نصر بغدادی لکھتے ہیں کہ شوافع میں سے صیرفی نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے اور اگر بعض انکار کرتے ہیں تو محض عناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اہل مدینہ سے تو یہ نقل تواتر کے ساتھ منقول ہے، اور دوسرے بلاد میں نقل و روایت، تواتر کی شروط پر پوری نہیں اُترتی، کیونکہ اوپر جا کر ایک یا دو صحابہ اس کے راوی رہ جاتے ہیں اور نقلِ تواتر میں طرفین اور وسط میں تساوی شرط ہے۔

(ب) اہل مدینہ کسی ایسے مسئلہ پر متفق ہوں جس کا تعلق، نقل و روایت سے نہ ہو، بلکہ اس کا تعلق اجتہاد و استدلال سے ہو تو اس قسم کے اجماع کے حجت ہونے پر امام مالک سے تصریح منقول نہیں ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کی حجیت کے منکر ہیں، کیونکہ یہ اجماع نہیں ہے، بلکہ یہ ایک گروہ کا خیال ہے، اور بعض مخالفین نے اسے امام مالک کی طرف نسبت کر کے تحریف کی ہے۔ جبکہ ابو بکر صیرفی اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اس قسم کا اجماع بھی حجت ہے، حالانکہ امام مالک اور اس کے اصحاب میں سے کوئی بھی اس اجماع کو حجت نہیں کہتا۔ اسی طرح بعض علمائے اصول یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام مالک، فقہاءِ سبعہ مدینہ کے اجماع کو حجت مانتے ہیں۔ حالانکہ امام مالک سے یہ ثابت نہیں ہے۔

علی ہذا القیاس بعض علماء نے ہماری طرف یہ نسبت کر دی ہے کہ ہم صرف انہی اخبار کو مانتے ہیں جن کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔ مدینہ کے عمل سے تائید ہوتی ہو۔ یہ کذب بیانی یا جہالت ہے اور رد اخبار کے سلسلہ میں ہمارے ۔۔۔لک کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور بعض اخبارِ صحیحہ کے ردّ کر دینے کی جو امام مالک کی طرف نسبت کی گئی ہے ۔۔۔صحیح نہیں ہے۔ اصولِ فقہ میں اس قسم کے مسائل کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

۔۔۔م ابن تیمیہ نے "رفع الملام" میں لکھا ہے کہ اس دوسری قسم کے اجماع کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) عمل قدیم یعنی حضرت عثمان کی شہادت سے قبل کا زمانہ، یہ اجماع تو امام مالک کے نزدیک حجت ہے ۔۔۔ور امام شافعی بھی بعض روایات کی رُو سے اس میں موافقت کرتے ہیں، چنانچہ یونس بن عبد الاعلیٰ سے ۔۔۔روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا:

"جب قُدماء اہل مدینہ کسی اَمر پر متفق ہو جائیں تو اس کے حق ہونے پر کسی قسم کا توقف و تردد نہیں چاہیے۔"

اور امام احمد بن حنبل نے بھی متعدد مواضع پر اس کی تائید کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"خلفاءِ راشدین کی سنّت حجت اور واجبُ الاتباع ہے۔" (۴۴)

دوسرا دور اِس اجماع کا، وہ ہے جو شہادتِ عثمان یا ظہورِ فتنہ کے بعد کا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اسے ۔۔۔مِل متاخر سے تعبیر کرتے ہیں، ایسا اجماع نہ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حجت ہے اور نہ ہی امام مالک اسے ۔۔۔جت مانتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عبد الوہاب اپنے "اصولِ فقہ" میں لکھتے ہیں:

ایسا عمل نہ تو اجماع ہے اور نہ ہی محققین اصحابِ مالک کے نزدیک حجت ہے۔

اور موطا میں جس عمل و اجماع کا ذکر پایا جاتا ہے اس سے اجماعِ قدیم مراد ہے۔ چنانچہ امام مالک ۔۔۔سے کبھی تو، "لم یزل علیہ اھل العلم ببلدنا ھذا" سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی یہ لفظ استعمال نہیں ۔۔۔کرتے، بلکہ اہل مدینہ کے نزدیک اسے مجمع علیہ قرار دیتے ہیں اور امام مالک سنت اور اجماعِ قدیم کی ۔۔۔اتباع کو لازم قرار دیتے ہیں، نہ کہ اجماع متاخر کو۔ جس کی حجت ائمہ کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

حافظ ابن قیم، اعلام میں لکھتے ہیں:

امام مالک نے مؤطا میں چالیس سے اوپر مسائل میں اہل مدینہ کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے لیکن رحمہ اللہ نے کسی مقام پر یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کے سوا پر عمل جائز نہیں ہے، بلکہ اہل مدینہ کے عمل کا ذکر کیا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ اس عمل کو امام مالک کے نزدیک ممتاز کہہ سکتے ہیں، واجبُ العمل نہیں، خود امام مالک نے ہارونُ الرشید کے سامنے اس کی وضاحت کی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام مالک کے نزدیک جمیع امت کو اس پر عمل کرنا لازم نہیں ہے۔ (۴۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل کے بعد اب ہم علم و عملِ اہل مدینہ کی حیثیت اور اس کے سرچشمہ پر بحث کرتے ہیں جو فتاویٰ ابن تیمیہ سے ماخوذ ہے۔

اہلِ مدینہ کے علم کا سرچشمہ :

اہل مدینہ کے علم کا سرچشمہ دو چیزیں ہیں: سنتِ ثابتہ اور حضرت عمرؓ کے فتاوی، جسے شاہ ولی اللہ نے "فقہ عمر" کے نام سے "ازالۃ الخفاء" میں اپنی تتبع کے مطابق جمع کر دیا ہے اور امام مالک کو وہ فقہ و فتاوی ربیعۃ الرائی عن سعید بن المسیّب عن عمر پہنچی ہیں اور حضرت عمرؓ کا جو مرتبہ و مقام امت میں ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو محدّث فرمایا ہے۔[۲۴] اور پھر حضرت عمر کے قضایا و فتاویٰ کو ان کی مجلس شوریٰ کا تائید بھی حاصل ہے، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی برابر کے شریک رہے۔ اس بناء پر امام شعبی فرماتے ہیں۔

انظروا ما قضی بہ عمر فانہ کان یشاور۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قضایا و فتاوی شوریٰ کے طے شدہ ہیں، تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کے فتاوی کو وہ حیثیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے، جو انفرادی اور شخصی حیثیت کے ہیں۔ کیونکہ اولاً تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے اور پھر ان کے فتاویٰ کو شورائی حیثیت حاصل نہ تھی۔ لہٰذا دوسرے شہروں والے اپنے مقتدیٰ صحابہ پر جتنا فخر کریں بجا ہے، تاہم ان کے فتاوی کو علم و عملِ اہل مدینہ کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی، علاوہ ازیں اختلاف شیخین کے بعد ہوا۔ ورنہ خلیفتین کی اجماعیات، اب بھی مذاہبِ اربعہ کی اصل ہیں اور شاہ ولی اللہ نے متعدد کتابوں میں شکوہ کیا ہے کہ ہوش سے کام لو، کنز و قدوری پڑھنے سے اَسرارِ فقہ پر واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فقہِ اسلامی کو سمجھنے کے لئے تو خلیفتین کے دور کی طرف رجوع کرنا پڑھے گا۔

یہی وجہ ہے کہ امام مالک، اہل مدینہ کی مخالفت کو جماعت کی مخالفت قرار دیتے، ورنہ ان کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ آیت (وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ) کا مصداق تا قیامت اہلِ مدینہ ہیں۔ جیساکہ ابن حزم نے الزام دیا ہے۔[۲۵] اس بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے شام و مصر بلکہ کوفہ کے سوا تمام امصارُ المسلمین علمِ اہل مدینہ کے سامنے سرنگوں رہے ہیں اور علماءِ کوفہ بھی فتنہ سے قبل امام مالک کے اس مذہب کے حامی رہے ہیں۔

لیکن فتنہ و فرقت کے بعد علماءِ کوفہ، علماءِ مدینہ کی ہمسری اور رقابت کا دعویٰ کرنے لگے۔ ورنہ تو اہل مدینہ کی احادیث کو دوسرے بلاد کی احادیث پر فوقیت حاصل تھی جیساکہ ہم بیان کر آئے ہیں اور ان کی فقہ و اجتہاد بھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات :

(۱) بخاری کتابُ الصیام باب ھل یقال رمضان..... الخ —— (۲) ص : ۱۱ —— (۳) فتح الباری : ج ۵، ص ۱۵ —— (۴) التاریخ الکبیر —— (۵) المدارک : ج ۱، ص ۱۰۶ —— (۶) تہذیب التہذیب —— (۷) ج ۱، ص ۱۰۷ —— (۸) ترتیبُ المدارک : ج ۱، ص ۱۰۸ —— (۹) ج ۲، ص ۲۶۹ —— (۱۰) مقدمہ عارضہ- الاحوذی: ص ۵ —— (۱۱) المدارک : ج ۱، ص ۶۷ —— (۱۲) ترتیبُ المدارک ج ۱، ص ۶۲ و اعلام لابن قیم —— (۱۳) ایضاً حوالہ سابق —— (۱۴) اعلام الموقعین : ج ۳، ص ۳۶۷ —— (۱۵) ترتیبُ المدارک : ج ۱، ص ۸۷ —— (۱۶) ترتیبُ المدارک : ج ۱، ص ۶۴-۶۵ و تاریخ بغداد : ج ۱۳، ص ۳ و اعلامُ الموقعین ۲، ۳۶۱- —— (۱۷) ترتیبُ المدارک : ج ۱، ص ۶۶ —— (۱۸) ترتیبُ المدارک : ج ۱، ص ۶۶-۶۷ —— (۱۹) اعلام ۲، ۳۶۲ —— (۲۰) الاحکام لابن حزم : ج ۳، ص ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۱۷ و ج ۷، ص ۱۷۰-۱۷۱ —— (۲۱) المدارک : ج ۱، ص ۶۷-۷۵ —— (۲۲) رفع الملام و فتاویٰ ج ۲۰ ص ۳۰۸ —— (۲۳) اعلام ۲ / ۳۶۴ و الفتاوی : ۲۰، ۳۱۱ —— (۲۴) صحیحین و ترمذی —— (۲۵) إحکام لابن حزم

قارئین توجہ فرمائیں

زیر نظر شمارہ کی ترسیل کے ساتھ جن معاونین حضرات کو زر سالانہ کی تجدید کے بارے میں اطلاع موصول ہوئی ہے، ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ ازراہِ کرم پہلی فرصت میں زر تعاون ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ بصورتِ دیگر جنوری ۹۵ سے ان کے نام رسالے کا اجراء منقطع کر دیا جائے گا۔

امید ہے کہ آپ اشاعتِ دین سے دلچسپی اور علم و تحقیق سے وابستگی کا ثبوت دیتے ہوئے، اپنے نام رسالہ جاری رکھنا پسند فرمائیں گے۔ شکریہ

مینجر ماہنامہ "محدث" لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ